زاہد منیر عامر*

شہاب الدین غوری کی جائے شہادت اور مدفن ؟

Abstract:

Shahab al-Din Ghauri's Death place and Tomb

Muhammad Muizzuddin Ibn Sam (1149-1206) was a prominent ruler of the Ghauri dynasty, who defeated Pirthwi Raj Chauhan near Panipat in 1192, owing to which India became a part of the Muslim Empire. Some conspiratorial elements deceitfully assassinated Ghauri on 15 March, 1206. Seven centuries later, his tomb was built near Jhelum at Kot Dhamyak, Sohawa, Punjab. This article proves through authentic and contemporary sources, that Ghauri is buried in Afghanistan's city, Ghazna, and not in Kot Dhamyak, Sohawa, District Jhelum.

Keywords: Muizzuddin Ibn Sam, Ghauri, Pirthwi Raj Chauhan, Tomb of Ghauri, Kot Dhamyak, Sohawa, Jhelum, Ghazna, Afghanistan.

شہاب الدین غوری (۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء – ۳ شعبان ۶۰۲ھ/۱۵ مارچ ۱۲۰۶ء) کا نام سلطان محمد معزالدین بن سام تھا۔اسے جنوبی ایشیا میں مسلم اقتدار کا بانی قرار دیا جاتا ہے جس نے اپنے عہد میں موجودہ پاکستان، ہندوستان، ایران، بنگلہ دیش، افغانستان، ترکمانستان اور تاجکستان کے بڑے علاقوں پر حکومت کی۔ چند برس پہلے پاکستان کے ایٹمی سائنسداں جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں (پ: بھوپال، یکم اپریل ۱۹۳۶ء) کو اس تاریخی شخصیت سے دلچسپی پیدا ہوئی تو لاہور اسلام آباد جی ٹی روڈ پر

گوجر خان کے قریب واقع بستی سوہاوہ ضلع جہلم میں اس کا مزار تعمیر کیا گیا۔ اس سمت جانے والے راستے پر مزار سلطان شہاب الدین غوری کے بورڈ آویزاں کیے گئے۔ غوری کا ''مزار'' جہلم شہر سے ۵۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جی ٹی روڈ پر دومیلی کے سامنے منچور کی طرف لہڑی لنک روڈ جاتی ہے۔ راستے میں باٹھ، گورسیال، کرونٹے جیسے ناموں کے حامل علاقے آتے ہیں۔ کرونٹے روڈ سے بائیں جانب بنگلہ کرونٹا لنک روڈ ہے۔ یہاں سے گھورسرہائی اسکول کرونٹہ اور بنیادی مرکز صحت کرونٹہ کے بعد وہاں سے دائیں جانب مہرقلی چوہان آتا ہے۔ پھر چار سو میٹر دائیں جانب گڑھا گدڑ یا جھنڈا کا بورڈ لگا ہوا ہے جس کے بعد مذکورہ مقام واقع ہے۔ یہ ایک دشوارگذار پہاڑی سفر ہے۔ ایسا دشوارگزار پہاڑی مقام جہاں آج اتنی سہولتوں کے دور میں پہنچنا بھی آسان نہیں، کم و بیش آٹھ سو سال قبل تیرھویں صدی عیسوی میں کتنا دشوار گذار ہوگا۔

مذکورہ مقام پر شہاب الدین غوری اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے بڑے بڑے پورٹریٹ استقبال کے لیے آویزاں ہیں۔ عمارت کے چاروں جانب مداخل بنائے گئے ہیں۔ اس عمارت کی تعمیر کا آغاز ۱۱ستمبر ۱۹۹۴ء کو ہوا اور ۱۱ستمبر ۱۹۹۶ء کو اس کی تکمیل ہوگئی۔ عمارت کی تعمیر میں وسط ایشیا کے مسلم طرز تعمیر کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس عمارت کو امیر تیمور اور الغ بیگ کے مزارات کی طرز پر بنایا گیا ہے۔[۱] لیکن یہ بات محض جزوی طور پر فقط اس کے مدخل کی حد تک درست مانی جاسکتی ہے کہ اس میں امیر تیمور (۹ اپریل ۱۳۳۶ء – ۱۹ فروری ۱۴۰۵ء) اور ایک دوسرے تیموری حکمران الغ بیگ (فارس، ۲۲ مارچ ۱۳۹۴ء – سمرقند، ۲۷ اکتوبر ۱۴۴۹ء) کے مقبرے کے مدخل کی جھلک پائی جاتی ہے۔ امیر تیمور اور الغ بیگ دونوں سمرقند میں ایک ہی مقبرے میں مدفون ہیں جس کا مدخل عمارت سے الگ اکائی کے طور پر بنایا گیا ہے جس سے گذرنے کے بعد نیلا گنبد اور مینار زائر کا استقبال کرتے ہیں۔ غوری کے اس مقبرے میں مدخل عمارت کا حصہ ہے اس سے جدا نہیں اور یوں بھی اس تعمیر کو تیموری مقبرے کے علوِ شان سے کوئی نسبت نہیں۔ گورتیمور سے غوری کے اس ''مزار'' کو یہ نسبت ضرور حاصل رہی ہے کہ تیمور کے مقبرے کے بارے میں یہ شک پایا جاتا رہا ہے کہ آیا واقعی امیر تیمور اس عمارت میں دفن بھی ہے یا نہیں؟[۲]

اس عمارت کی کرسی سطح زمین سے پچاس فٹ بلند ہے۔ وسیع احاطے کے چاروں جانب برجیاں بنائی گئی ہیں۔ مرکزی عمارت پر بڑا گنبد ہے۔ دروازے پر قدیم طرز تعمیر کے مطابق دائیں بائیں یاحی یاقیوم اور درمیان میں آیۂ مبارکہ ''کل من علیها فان ...... الخ''[۳] درج ہے۔ اطراف میں اردو اور انگریزی میں غوری کے احوال پر مبنی الواح ہیں اور آخر میں غالبؔ کے شعر کے ساتھ ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کا نام اور سنہ تعمیر ۹۶-۱۹۹۴ء مندرج ہے۔ قریب ہی مسجد سلطان واقع ہے اور عمارت کے احاطے میں غوری میزائل کا ماڈل نصب ہے۔ یادگاری تختی کی عبارت کے مطابق:

محمد معزالدین ابن سام جو نوجوانی میں شہاب الدین کہلاتے تھے اور بعد میں سلطان محمد غوری کے نام سے مشہور ہوئے، غور افغانستان سے ہندوستان آئے۔ انھوں نے ۱۵۰ ہندوستانی راجاؤں کی اجتماعی فوج کو جس میں کھنڈے، راؤ، گوندرائے اور دوسرے کئی راجپوت حکمران شامل تھے اور جس کا سربراہ دہلی اور اجمیر کا راجہ رائے پتھورا المعروف بہ پرتھوی راج چوہان تھا، بڑی دلیری سے للکارا۔ یہ لڑائی ۵۸۸ ھ/ ۱۱۹۲ء میں دہلی کے شمال میں پانی پت کے قریب تھانیسر کے میدان میں لڑی گئی اور طلوع آفتاب سے لے کر سہ پہر تک جاری رہی۔ سلطان محمد غوری نے زرہ اور خود پہن کر فوج کی قیادت سنبھالی اور بارہ ہزار سواروں کو لے کر راجپوتوں کے ایک لاکھ بیس ہزار سورماؤں کے لشکر کے مقابلے کے لیے میدان میں نکل آئے بفضل اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی بلکہ تمام مشہور راجے واصل بہ جہنم (کذا) ہوگئے۔ اس عظیم الشان فتح نے مسلمانوں کو ہندوستان کا مالک بنادیا۔ سلطان غوری کے دوسپہ سالاروں قطب الدین ایبک اور بختیار خلجی نے فتح کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے قنوج، بہار اور بنگال پر بھی قبضہ کرلیا۔ سلطان غوری کو مع تین محافظ (کذا۔محافظوں کے) ۳ شعبان ۶۰۲ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۲۰۶ء کو لاہور راولپنڈی کی جرنیلی سڑک کی ایک نوائی (کذا۔نواحی) بستی دھمیک میں عشا کی نماز کے دوران دھوکے اور سازش سے اپنے خیمے میں شہید کردیا گیا۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ یہ اسی شہید سلطان محمد غوری فاتح ہندوستان و بانیِ مسلم سلطنت کی جائے شہادت ہے۔

آخر میں ڈاکٹر عبدالقدیرخان صاحب کی طرف سے بہ طور نذرانۂ عقیدت غالبؔ کا شعر اور سنہ ۱۹۹۵ء درج ہے:

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے[۴]

بائیں جانب اسی عبارت کا انگریزی ترجمہ درج ہے۔ غالبؔ کے شعر کا مندرجہ ذیل ترجمہ کیا گیا ہے:

Had I the power to command the wretched earth, I would demand, what happened to the entrusted treasures, so precious, so rare, like a diamond?

اگرچہ اس عبارت میں ’جائے شہادت‘ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن اس عمارت کی سمت آنے والے راستوں سے لے کر خود ’’لوح مزار‘‘ تک اس مقام کو سلطان شہاب الدین غوری کی ’’آخری آرام گاہ‘‘ قرار دیا گیا ہے، انٹرنیٹ پر ’’وکی پیڈیا انسائیکلوپیڈیا‘‘ میں بھی اسی مقام کو غوری کا مدفن بتایا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ عمارت کے اندر باقاعدہ قبر بنا کر اس پر قرآنی آیات درج کی گئی ہیں۔ ’’لوح مزار‘‘ بنائی گئی ہے اور اس لوح پر صراحتاً ’’آخری آرام گاہ‘‘ کے الفاظ کندہ کیے گئے ہیں۔

قبر کے تعویذ کے چاروں جانب دیواروں اور چھت پر آرائش اور خطاطی کے مختلف نمونے ہیں۔ عمارت کے اطراف میں درج منتخب قرآنی آیات کی خطاطی کا معیار بلند نہیں ہے، ہماری قدیم عمارات میں خطاطی کا معیار خاصا بلند رہا ہے۔ عمارت

میں داخل ہوں تو سامنے ''لوحِ مزار'' کی پشت ہے جس پر سلطان کا قطعہ تاریخ وفات درج ہے جس کے اوپر ''جائے شہادت'' کے الفاظ مرقوم ہیں لیکن ''لوحِ مزار'' کے اندرونی جانب یاحی یاقیوم، بسم اللہ اورآیۂ شریفہ کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَةُ المَوت [۵] کے بعد جو عبارت درج ہے وہ اس طرح سے ہے:

آخری آرام گاہ سلطان شہاب الدین محمد غوری علیہ الرحمہ فاتح ہند، شہادت ۱۵ مارچ ۱۲۰۶ء بمقام دمیاک

اس کے نیچے ذیل کی رثائی نظم درج ہے:

ہندوستاں میں سطوتِ اسلام کا نقیب — وہ پیکرِ شجاعت و سلطانِ ذی وقار
تھی جس کے ساتھ خواجۂ اجمیر کی دعا — جس تیغ زن کا حامی و ناصر تھا کردگار
جس نے ملایا خاک میں کفار کا گھمنڈ — آخر ہوا جو جنگِ ترائن میں کامگار
دے کر شکست رائے پتھورا چوہان کو — جیتا تھا جس غیور نے میدانِ کارزار
بجتا تھا جس کے نام کا ڈنکا جہان میں — اس نام ور کی باقی ہے بس اب یہ یادگار
اپنے بھی جس کو بھول گئے تھوڑی دیر میں — وہ غازی دفن ہے اسی مٹی کے ڈھیر میں

میجر جنرل شیر علی، ہلال جرأت

صرف ''لوحِ مزار'' ہی پر نہیں بلکہ اس نظم میں بھی ''وہ غازی دفن ہے اسی مٹی کے ڈھیر میں'' کہہ کر اس مقام کو سلطان کا مدفن بتایا گیا ہے۔ لوح کے بیرونی رخ پر جو قطعہ درج ہے، وہ منہاج سراج کی تاریخ طبقات ناصری سے لیا گیا ہے۔ قطعے کے ساتھ اس کا ماخذ تو درج ہے مگر مکمل حوالہ نہیں ہے اور مصرعوں کو نثری ٹکڑوں کی طرح لکھا گیا ہے۔[۶] جہاں تک املا کا تعلق ہے تو پہلے ہی مصرعے ''شہادت ملک بحر و بر معزالدین'' کی کتابت میں بڑے اہتمام سے ''ملک'' کے میم پر پیش ڈالا گیا ہے۔ جس کا مطلب ظاہر ہے، جب کہ شعر میں یہ لفظ مُلک (بضمِ میم) نہیں بلکہ مَلِک (بفتحِ اول و کسرِ دوم) ہے جس کا مطلب بادشاہ ہے۔ اسی طرح بعض بالکل غیر ضروری نیز غلط اعراب استعمال کیے گئے ہیں مثلاً بحر کی 'با' کے نیچے کسرہ، ابتدا کی 'دال' کو مکسور کرنا، سیوم کے 'سین' پر ضمہ، شعبان کے 'شین' کو کسرہ دینا، دو کی 'دال' پر فتحہ اور واو پر علامتِ سکون جزم، دمیک کی 'دال' پر علامتِ سکون جزم اور 'کاف' پر تنوین۔

طبقات ناصری کا مکمل حوالہ مع فارسی متن کے یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ یہ قطعۂ تاریخ طبقات ناصری کی جلد اول کے اٹھارویں طبقے کے دوسرے باب سے لیا گیا ہے۔ اصل فارسی متن درج ذیل ہے:

...... چون مراجعت بغزنین کرد بردست فدائی ملاحده درمنزل دمیک درشهورسنة اثنین وستمائة شهادت یافت رحمة الله علیه واسعة و یکی

ازفضلای آن وقت درین معنی نظم کرده است (تحریرافتاد تادرنظرپادشاه مسلمانان آید)

شهادت ملکِ بحر و بر معزالدین
کز ابتدای جهان شه چو او نیامد یک
سیوم زغره شعبان بسال ششصد و دو
فتاد در ره غزنین بمنزلِ دمیک[۷]

طبقات ناصری ہی میں یہ وضاحت بھی درج ہے کہ سلطان کو شہادت کے بعد غزنی لے جایا گیا تھا۔ منہاج سراج نے لکھا ہے:

چون سلطان غازی معزالدین محمدسام به دمیک شهادت یافت ...... مرقدسلطان معزالدین ازمنزل دمیک بجانب غزنین روان کرد ند۔ ملوك و امرائے ترك كه موالی سلطان غازی بودند مرقد سلطان را باخزانۂ فاخر ازدست امرا وملوك بقهر بستند ودرقبض آوردند ...... ، وچون مرقد بغزنین رسید بعد از دو روز سلطانان بامیان علاء الدین محمد وجلال الدین علی پسران سلطان بهاء الدین سام بامیانی باستدعاے امرائے غور چنانچه سپه سالار سلیمان شیش و سپه سالار خروش ودیگرمعارف دارالملک غزنین ازطرف بامیان برسیدند ودرشهرغزنین آمدند۔ سلطان علاء الدین محمد سام بامیانی که پسر مهتر بود بتخت بنشست۔[۸]

ترجمہ: جب غزنہ لوٹا تو ایک باطنی فدائی کے ہاتھ سے منزل دمیک میں شہادت پائی۔ یہ ۶۰۲ھ کا واقعہ ہے۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ ایک فاضل نے یہ حادثہ نظم کر دیا تھا۔ وہ شعر یہاں اس لیے درج کیے جاتے ہیں کہ مسلمانوں کے بادشاہ کی نظر سے گذریں۔

سلطان کی میت دمیک سے غزنہ کی طرف روانہ ہوئی تو ترک ملوک و امرا نے جو سلطان غازی کے ملازم تھے، میت سلطانی اور کثیر مال و زر ملوک و امرائے غور سے بہ زور چھین کر دونوں چیزیں اپنے قبضے میں لے لیں ...... میت غزنہ پہنچنے سے دو روز بعد بامیان کے سلطان علاء الدین محمد اور جلال الدین علی سلطان بہاء الدین سام کے فرزند امرائے غور مثلاً سپہ سالار سلیمان شیش و سپہ سالار خروش اور بعض دوسرے ممتاز اصحاب غزنہ کی استدعا پر بامیان سے آگئے، غزنہ میں داخل ہوئے سلطان بہاء الدین سام کے بڑے بیٹے علاء الدین محمد کو تخت پر

بٹھایا گیا۔[۹]

منہاج سراج کی پیدائش ۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء کی ہے۔ طبقات ناصری میں آخری اندراج خان اعظم الغ خان بلبن کا ہے جو شوال ۶۵۸ھ/ستمبر ۱۲۶۰ء میں کیا گیا۔[۱۰] اسی زمانے میں ابن اثیرالجزری کی الکامل فی التاریخ لکھی گئی ہے۔ ابن اثیر کی تاریخ ولادت ۵ جمادی الاول ۵۵۵ھ/۱۳مئی ۱۱۶۰ء اور اس کا سال وفات ۶۳۰ھ ہے۔ گویا شہاب الدین غوری کی شہادت کے وقت منہاج سراج کی عمر تیرہ برس اور ابن اثیر کی عمر سینتالیس برس کی تھی ۔ یوں ابن اثیر کو منہاج سراج پر زمانی تقدم حاصل ہے۔ ابن اثیر نے سنہ ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء کے احوال میں لکھا ہے:

> اس سال شعبان کی پہلی رات میں لاہور سے مراجعت کے بعد ایک مقام پر جسے دمیک کہاجاتا ہے، شہاب الدین غوری قتل ہوا، یہ نماز عشا کا وقت تھا،اس کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ کھوکھر کفار کا ایک گروہ اس کے لشکر میں شامل ہوگیا تھا وہ اس کے قتل کے ارادے سے اس کے ساتھ ہو لیے تھے کیونکہ اس نے کھوکھروں کو غلام بنایا اور قتل کیا تھا۔

اس کے بعد قتل کے حادثے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ابن اثیر بتاتا ہے کہ:

> غوری کے ساتھیوں نے لشکر کو اکٹھے رکھنے اور خزانے وغیرہ کی محافظت کی خاطر غوری کی موت کو ظاہر نہ کیا۔ اس کی مرہم پٹی کر کے پالکی میں سوار کر کے ساتھ لے چلے اور اسی طرح کرمان پہنچے۔ یہ کرمان وہ ہے جو لاہور اور غزنہ کے درمیان واقع ہے، وہ نہیں جو فارس میں واقع ہے۔ یہاں تاج الدین یلدز نے اس لشکر اور شہاب الدین کا اسی طرح استقبال کیا جیسے وہ اس کی زندگی میں کرتا تھا لیکن جب اس نے پالکی کے اندر دیکھا اور اسے غوری کی موت کا پتہ چلا تو شدت غم سے اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور آہ و بکا کے ساتھ چیخ پکار شروع کردی ۔اس کے بعد غوری کی میت کو غزنہ لے جایا گیا اور وہاں اس مدرسے میں اس کی تدفین عمل میں آئی جسے خود اس نے تعمیر کروایا تھا اور جس کی عمارت میں اس کی بیٹی دفن تھی ۔ یہ قافلہ وہاں ۲۲ شعبان کو پہنچا تھا۔[۱۱]

ابن اثیر جیسے معاصر مؤرخ کی یہ شہادت واضح کررہی ہے کہ غوری کا مدفن دمیک یا رہتک نہیں بلکہ غزنی ہے ۔

عمادالدین اسماعیل ابی الفدا (۶۷۲ھ - ۷۳۲ھ) بھی اسی زمانے کا مؤرخ ہے جس نے اپنی المختصر میں اس حادثے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ترجمہ: اس سال میں شعبان کی پہلی رات کو غزنہ اور خراسان کے بعض حصوں کا حکمران ابوالمظفر محمد بن سام بن الحسین الغوری جب لاہور سے غزنہ کی طرف واپس جارہا تھا ایک مقام جسے دمیل کہاجاتا ہے، میں قتل ہوا۔ عشا کی نماز سے پہلے کھوکھروں کے ایک گروہ نے جب کہ وہ اپنے خیمے میں تھا اسے چھریوں کے وار کر کے

قتل کر ڈالا۔ بعض کے مطابق وہ مفسدین اہل جبال کا ایک گروہ تھا جن پر غیاث الدین نے تاخت کی تھی۔[۱۲]

عماد الدین نے اگرچہ محض قتل ہی کا ذکر کیا ہے تاہم اس سے متقدم مؤرخین کی طرح متاخرین نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے۔ طامس ولیم بیل کی مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ:

> غیاث الدین غوری درسنه پانصد نودونه ہجری وفات یافت وبرادرش شہاب الدین محمدغوری بادشاه غوروغزنی و ہندوستان گردید تاآنکه کھکران درنواح لاہور عصیان ظاہرکردند و سلطان بنابرتنبیه ایشان بہندوستان آمدوطوائف متمردان راسزاداده۔ ہنگام معاودت دراثناء راه بتاریخ غره ماه شعبان روزسه شنبه سال ششصد و دوہجری دردمیک که دیہی است ازتوابع غزنی برکنار نیلاب ازدست یکی از فدائیان کھکر بقتل رسید تاریخ شہادت او ازالفاظ صاحب السریر استخراج بیابد وعزیزی درنظم آورده ...... الخ[۱۳]

طامس ولیم بیل نے جو قطعۂ تاریخ شہادت نقل کیا ہے اس کے متن میں دیگر متون سے یہ فرق ہے کہ مصرعہ اولیٰ میں معزالدین کی بجائے شہاب الدین مرقوم ہے جس سے اس قطعے کے ایک اور متن کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دمیک جس کا دوسرے مؤرخین ذکر کر رہے ہیں کہاں واقع ہے۔ طامس ولیم بیل کے الفاظ میں وہ دیہی است ازتوابع غزنی برکنار نیلاب یعنی سوہاوہ کے نزدیک واقع دمیک سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ زمانہ بعد کی تواریخ میں بھی ایسے ہی اشارے ملتے ہیں۔ بلکہ صاحب سیرالمتاخرین نے تو ''ذکر رحلت معزالدین سام ازین جہان'' کے زیرعنوان بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ غوری، لاہور سے غزنی جاتے ہوئے شہید ہوا اور یہ کہ اس کا مشہد غزنی کے دیہات کے قریب واقع تھا۔ پورا اقتباس دیکھیے:

> سلطان شنیدکه درنواح لاہورطائفه کھوکھران عصیان ورزیده فتیلۂ فتنه وشراره شرارت برافروخته اندلہذا برائے تادیب آن گروه ازغزنین روبلاہورآورد و ملک قطب الدین نیز از دہلی بخدمت سلطان رسیده باتفاق یکدیگرگوشمال آن جماعه بی اعتدال کردند۔ سلطان بعدتنبیه آن فرقه و انتظام امورملکیه از لاہورمعاودت بغزنین نمود چون نزدیک رسید در دہی ازدیہات غزنین ازدست فدائی کھوکھرکه برکاب سلطان رفته بود باتفاقی که روداد درجه شہادت یافت۔ گویند خزانه بسیارازطلاونقره وجواہرزواہرازوماندازانجمله پانصد من الماس که

ازجواہر نفیسه است بقلم درآمد و دیگر اموال را ازہمین حال قیاس باید کرد۔[۱۴]

صاحب روضۃ الصفا میرخواند(۸۳۷ھ – ۹۰۳ھ) نے ''بہ ہنگام بازگشت در منزل دمیک بدست فدائیان کشته شد واین در سوم شعبان سال ششصد و دوبود''[۱۵] کی وضاحت کی ہے۔ محمد قاسم فرشتہ (۱۵۶۰ء – ۱۶۲۰ء) کی تاریخ فرشتہ کے مطابق:

۲ شعبان ۶۰۲ھ کو سلطان شہاب الدین دریائے سندھ کے کنارے (کذا) پر پہنچا اور وہاں برمہیک (کذا) نامی ایک مقام پر مقیم ہوا۔ یہاں کے قیام کے دوسرے روز سلطان شہاب الدین کے قتل کا المناک حادثہ وقوع پذیر ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ [ہندو] کھکروں کی قوم میں سے بیس افراد سلطان شہاب الدین سے بے حد نالاں تھے کیونکہ اس نے ان کے عزیزوں کو قتل اور خودان کو گھر سے بے گھر کردیا تھا۔ ان بیس کھکروں نے آپس میں مل کر شہاب الدین کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایااور اس مقصد کے لیے اپنی جانیں وقف کردیں۔ جس دن سلطان برمہیک (کذا) کے مقام پر خیمہ زن ہوا اس کے دوسرے روز یہ کھکر کسی نہ کسی طرح شاہی خیمے تک پہنچ گئے اس وقت شاہی لشکر کوچ کی تیاریاں کررہا تھا اور فراش سراپردہ اتار رہے تھے۔ یہ قاتل شاہی خیمے کے اندر داخل ہوگئے۔ وہ شعبان کی تیسری رات تھی۔ ایک کھکر نے بڑھ کر دربان پر چاقو سے حملہ کیا اور بھاگ نکلا۔ اس دربان کے زخمی ہوتے ہی چاروں طرف ایک غلغلہ مچ گیا۔ شاہی خدمت گار بھی سراپردہ کو چھوڑ کر اس زخمی دربان کے پاس پہنچ گئے۔ جب کھکروں نے دیکھا کہ اس وقت شاہی خیمہ خالی ہے اور تمام محافظ اپنے بادشاہ کو تنہا چھوڑ کر زخمی دربان کے گرد جمع ہیں تو وہ لوگ سراپردہ کو پھاڑ کر ہاتھوں میں چھرے اور خنجر لیے ہوئے بادشاہ کی خواب گاہ میں داخل ہوگئے۔ اس وقت دوتین ترکی غلام بادشاہ کے پاس کھڑے تھے لیکن وہ ان کھکروں کو دیکھ کر سخت بدحواس ہوئے اور خوف کی وجہ سے بےحس و حرکت کھڑے رہے۔ شہاب الدین ابھی اٹھنے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ان سفاکوں نے اس پر حملہ کردیا اور چھروں سے بائیس گہرے زخم اس کے جسم پر لگائے اور ایسے عظیم الشان فرمانروا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کردیا، سلطان شہاب الدین کا قطعۂ تاریخ شہادت یہ ہے:

شہادت ملک بحر و بر معزالدین
کز ابتدای جہان مثل او نیامدیک
سوم زغره شعبان بسال ششصد و دو
فتاد در رہِ غزنی بمنزل رہتک [۱۶]

یہ وہی قطعۂ تاریخ شہادت ہے جوخوانندگان کرام سطور گذشتہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں لیکن اس کا متن طبقات

ناصری میں درج متن کے مطابق نہیں ہے۔ دوسرے مصرعے میں ''شہ چواؤ'' کو ''مثلِ اوْ'' کردیا گیا ہے۔ تیسرے مصرعے میں ''سیوم'' کو ''سوم'' بنادیا گیا ہے اور مصرعہ چہارم میں جاے شہادت کا نام ''دمیک'' کی بجائے ''رہتک'' کردیا گیا ہے۔

نثری متن میں بھی جاے شہادت کا نام مختلف طریقوں سے لکھا گیا ہے جس سے متن کی کمزوری ہی ظاہر نہیں ہوتی، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کے مشہد کے بارے میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں۔ یہ سوہاوہ ضلع جہلم میں واقع دھمیک تھا یا کوئی اور مقام؟ اور دھمیک نامی مقام کا املا بھی اختلافی ہے۔ مختلف مصادر میں اس کے نام کی مختلف صورتیں مندرج ملتی ہیں۔ کہیں دمیل ہے تو کہیں دمیک، کہیں دمنگ کہیں دیبک کہیں رتھک کہیں دھمیک، مہیک، دہیک حتیٰ کہ محولہ بالا ترجمے میں اسے ''رہتک'' تک لکھ دیا گیا ہے۔ تاہم ان میں سے ''دمیک'' کو قابلِ ترجیح قرار دیا جاسکتا ہے جسے ابن اثیر اور صاحب طبقات ناصری نے استعمال کیا ہے۔

طبقات ناصری کے محقق عبدالحی حبیبی قندھاری نے ''دمیک'' کے محلِ وقوع پر ایک تعلیقہ لکھا ہے[۱۷] جس میں اختلافِ مقام کی بحث کی ہے اور ''دمیک'' کا محلِ وقوع جہلم کے قریب تسلیم کیا ہے۔ شہاب الدین غوری کے قتل کی روایات میں بعض دوسرے امور میں بھی اختلافات نظر آتے ہیں مثلاً جس رات شہاب الدین غوری کی شہادت ہوئی وہ شعبان کی پہلی رات تھی یا تیسری؟ وقتِ شہادت شہاب الدین اپنے بستر میں تھا یا حالتِ نماز میں؟ اسے قتل کرنے والا گروہ کون سا تھا۔ وہ کھوکھروں کا گروہ تھا گکھڑ تھے یا اسماعیلی قرامطی تھے؟ اگر اہلِ جبال تھے تو اہلِ جبال سے کون مراد ہیں؟ وغیرہ لیکن عبدالحی حبیبی صاحب نے ان امور کی طرف توجہ نہیں فرمائی ہے اور یہ سوالات ہنوز جواب طلب ہیں۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں شامل T. W. Haig کے مقالے میں اس مقام کو دریاے سندھ کے قریب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

> ۲۰ اکتوبر ۱۲۰۵ء کو اس نے غزنی سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا اور قطب الدین ایبک کی مدد سے کھوکھروں کو شکست دی لیکن غزنی کو واپسی کے وقت ۱۵ مارچ ۱۲۰۶ء کو دریاے سندھ کے کنارے آیا تو اسمٰعیلیوں یا کھوکھروں نے اسے قتل کردیا۔[۱۸]

افغانستان کے تحقیقی مجلّے کابل میں شائع ہونے والے افغان فاضل یار محمد خان ترہ کئی کے ایک مقالے کی رو سے، سلطان غوری کا مشہد اور آخری آرام گاہ دونوں غزنی میں ہیں اور سلطان شہید کی آرام گاہ پر گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔[۱۹] ایک اور افغان فاضل آقای گویا نے بھی اس موضوع پر دادِ تحقیق دی ہے اور اپنے نتائج تحقیق کا احصا کرتے ہوئے قرار دیا ہے کہ:

> ابن اثیر اور منہاج سراج جیسے معاصر مؤرخین نے سلطان کا مشہد دہک غزنہ کو قرار دیا ہے لہٰذا باقی اقوال ساقط

الاعتبار ہیں۔ دہک اس زمانے میں غزنی کے معروف علاقوں میں سے تھا جیسا کہ اصطخری، ابن حوقل اور مقدسی کی تحریریں اس پر مظہر ہیں یہ وہی مقام ہے جہاں معروف شاعر مسعود سعد سلمان سات برس تک مقید رہا اور جس کے بارے میں اس نے کہا ہے کہ:

هفت سالم بسود سو و دہک
پس ازانم سه سال قلعهٔ نای[20]

یہ تمام شواہد اس امر پر دالّ ہیں کہ سلطان کا مشہد غزنی کے قریب واقع ایک قصبہ دمیک/ دہیک/ دہک یا دھمیک ہے۔ اگر اِکادُکا متاخر مصنفین اور عبدالحی حبیبی کی آرا[21] کو تسلیم بھی کیا جائے تو بھی یہ حقیقت تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ شہاب الدین غوری کا مدفن غزنہ (افغانستان) کی اس عمارت میں واقع ہے جو اس نے خود تعمیر کروائی تھی اور جہاں اس کی بیٹی دفن ہے اور یہ کہ دھمیک واقع سوہاوہ ضلع جہلم سلطان کا مدفن نہیں ہے۔

حوالے

* پروفیسر اردو، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔

۱۔ انجم سلطان شہباز، تاریخ جہلم (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۷ء)، ۲۸۸۔

۲۔ یہ بات ۱۹۴۱ء میں اس وقت پایۂ ثبوت کو پہنچی جب ماہرین نے بالآخر اس کی قبر کی کھدائی کر کے باقی ماندہ ہڈیوں کا معائنہ کیا اور انھیں امیر تیمور کے بارے میں پائے جانے والے تاریخی شواہد کے مطابق پا کر اس مقبرے کو واقعی امیر تیمور کا مقبرہ قرار دیا۔

Is Temur really buried in this mausoleum? In 1941, the tomb was unsealed to verify the remains as Temur's. The excavation was successful in the sense that the skeleton's damage matched descriptions of the injuries Temur incurred in battle that caused his death and confirmed that the remains are indeed his.

http://eurasia.travel/uzbekistan/cities/samarkand/gur-e-amir_mausoleum/

۳۔ القرآن المجید، الرحمٰن، ۵۵:۲۶۔

۴۔ مرزا اسداللہ خاں غالبؔ، دیوان غالب (لاہور: مجلس یادگار غالب، پنجاب یونی ورسٹی، ۱۹۶۹ء)، ۱۲۱۔

۵۔ یہ آیۂ مبارکہ قرآن حکیم میں تین مقامات پر وارد ہوئی ہے:

القرآن المجید، ال عمران، ۳:۱۸۵؛

القرآن المجید، الانبیاء، ۲۱:۳۵؛

القرآن المجید، العنکبوت، ۲۹:۵۷۔

۶۔ قاضی منہاج سراج، طبقات ناصری، مرتبہ عبدالحی حبیبی قندھاری، جلد ۱ (کوئٹہ: سلسلہ انتشارات حبیبی، ۱۹۴۹ء)، ۴۷۴۔

۷۔ ایضاً۔

عبدالحی حبیبی کے مرتبہ طبقات ناصری میں لفظ ''سیوم'' لکھا ہے جب کہ طبقات ناصری مرتبہ کپتان ولیم ناسولیس و مولوی خادم حسین میں یہ لفظ ''سوم'' ہے۔ دیکھیے: قاضی منہاج سراج، طبقات ناصری، مرتبہ کپتان ولیم ناسولیس و مولوی خادم حسین (کلکتہ: مطبوعہ کالج پریس، ۱۸۶۴ء)، ۱۲۴۔

۸۔ ایضاً، ۹، ۴۷۹، ۴۸۰۔

۹۔ منہاج سراج، طبقات ناصری، مترجم غلام رسول مہر، جلد اول (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۵ء)، ۲۶۷۔

۱۰۔ ایضاً، ۸، ۱۸۔

۱۱۔ ابن اثیر الجزری (م ۶۳۰ھ)، ''ذکر قتل شہاب الدین الغوری''، الکامل فی التاریخ، راجعہ و صححہ الدکتور محمد یوسف الدقاق، المجلد العاشر من سنۃ ۵۶۲ لغایۃ سنۃ ۶۲۸ للھجرۃ (بیروت: دارلکتب العلمیہ، ۲۰۰۲ء)، ۳۰۳۔

۱۲۔ عمادالدین اسماعیل ابی الفداء، المختصر فی تاریخ البشر، المجلد الثالث (بیروت: دارالمعرفۃ، ب ت)، ۱۰۶۔

۱۳۔ طامس ولیم بیل (Thomas William Beale)، مفتاح التواریخ (آگرہ: مطبع مطلع الاخبار و اسعد الاخبار، ۱۸۴۹ء)، ۸۰۔

۱۴۔ منشی غلام حسین طباطبائی، سیر المتاخرین، جلد اول (لکھنؤ: مطبع منشی نولکشور، س ن)، ۱۰۵۔

۱۵۔ محمد بن خاوندشاہ بلخی معروف بہ میرخواند، روضۃ الصفا، تہذیب و تلخیص دکتر عباس زریاب (تہران: انتشارات علمی، پاییز ۷۳)، ۷۸۸۔

۱۶۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مترجم خواجہ عبدالحی، جلد اول (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن)، ۲۲۹، ۲۳۰۔

تقابل کے لیے دیکھیے: طبقات ناصری، مرتبہ عبدالحی حبیبی قندھاری، جلد ۱، ۴۷۴۔

۱۷۔ قاضی منہاج سراج، طبقات ناصری، مرتبہ عبدالحی حبیبی قندھاری، جلد ۲ (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۵۴ء)، ۸۱۱۔

۱۸۔ T. W. Haig، ''محمد معزالدین''، مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۹ (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۸۶ء)، ۵۲۳۔

۱۹۔ مجلّہ کابل جلد ۴، ۹۲، ۷، بحوالہ عبدالحی قندھاری۔

۲۰۔ ایضاً، ۸۸۷ تا ۸۹۴۔

۲۱۔ صرف تذکرہ بہادران اسلام میں اسے دھمیک متصل سوہاوہ ضلع جہلم پنجاب بتایا گیا ہے اور فاضل قندھاری نے اس کے حق میں رائے دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

(دمیک) بقعۂ علیحدہ بود برکناردریای سند یادریای جہلم کہ سلطان رادرآنجا کشتند بعدازان محفۂ وی را از راہ جبال تیراہ بکرمان و از انجا بغزنہ آوردہ اند

عبدالحی حبیبی قندھاری، تعلیقہ ۳۵ در طبقات ناصری، ۸۱۳۔

مآخذ

القرآن المجید۔

ابن اثیر الجزری (م ۶۳۰ھ)۔ ''ذکر قتل شہاب الدین الغوری''۔ الکامل فی التاریخ۔ راجعہ و صححہ الدکتور محمد یوسف الدقاق۔ المجلد العاشر من سنۃ ۵۶۲ لغایۃ سنۃ ۶۲۸ للھجرۃ۔ بیروت: دارلکتب العلمیہ، ۲۰۰۲ء۔

ابی الفداء، عمادالدین اسماعیل۔ المختصر فی تاریخ البشر۔ المجلد الثالث۔ بیروت: دارالمعرفۃ، ب ت۔

بیل، طامس ولیم (Thomas William Beale)۔ مفتاح التواریخ۔ آگرہ: مطبع مطلع الاخبار و اسعد الاخبار، ۱۸۴۹ء۔

سراج، قاضی منہاج ۔ طبقات ناصری ۔ مرتبہ عبدالحی حبیبی قندھاری۔ جلد ا ۔ کوئٹہ: سلسلہ انتشارات حبیبی، ۱۹۴۹ء۔

__________۔ طبقات ناصری ۔ مرتبہ عبدالحی حبیبی قندھاری۔ جلد ۲ ۔ لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۵۴ء۔

__________۔ طبقات ناصری ۔ مرتبہ کپتان ولیم ناسولیس و مولوی خادم حسین ۔ کلکتہ: مطبوعہ کالج پریس، ۱۸۶۴ء۔

__________۔ طبقات ناصری۔ مترجم غلام رسول مہر۔ جلد اول ۔ لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۵ء۔

شہباز، انجم سلطان ۔ تاریخ جہلم ۔ جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۷ء۔

طباطبائی، منشی غلام حسین ۔ سیر المتاخرین ۔ جلد اول ۔ لکھنؤ: مطبع منشی نولکشور، س ن۔

غالبؔ، مرزا اسداللہ خاں ۔ دیوان غالب ۔ لاہور: مجلس یادگار غالب، پنجاب یونی ورسٹی، ۱۹۶۹ء۔

فرشتہ، محمد قاسم ۔ تاریخ فرشتہ۔ مترجم خواجہ عبدالحی ۔ جلد اول ۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن۔

میرخواند، محمد بن خاوندشاہ بلخی ۔ روضۃ الصفا۔ تہذیب و تلخیص دکتر عباس زریاب ۔ تہران: انتشارات علمی، پاییز ۷۳۔

ہیگ، ٹی ڈبلیو (T. W. Haig)۔ ''محمد معز الدین''۔ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد ۱۹ ۔ لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۸۶ء۔

برقی ماخذ

http://eurasia.travel/uzbekistan/cities/samarkand/gur-e-amir_mausoleum/